JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 01, October –December 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

تہذیبِ مغرب کا ناقدانہ جائزہ اور فکرِ اقبال

A critical analysis of Western Civilization and Iqbal's Philosophy

*Arshad Iqbal**
Ph.D. Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.

*Dr. Haris Mubeen**
Director, Centre foe Quran & Sunnah, University of the Punjab, Lahore.

Abstract

Western civilization refers to the Renaissance and Reformation movements that emerged after the Conquest of Constantinople and engulfed not only Europe but also the United States of America. These movements first gave birth to modernization which gave human rights, liberty, capitalism and communism no less than a religious significance. After the Second World War, postmodernism challenged all the mighty narratives of modernism. Allam Iqbal (1877-1938) was born at a time when Westernization was undergoing modernization. Philosophy and science were not mere ideas rather they had assumed a new trajectory, thanks to modern technology that had an indelible impact on metaphysical beliefs of almost all religions in the world. Since most of Allama Iqbal's education was based on Western paradigms, he acknowledges its efficacy. But, the way the Western philosophy impacted Muslims' hearts and minds make him highly critical of it. To counter the Western ideals of society, democracy and human rights, Iqbal presents the concepts of Islamic civilization, spiritual democracy and human rights in the light of the Seerah of the Holy Prophet (SAWW). It is not the case that he prioritized Eastern civilization over the Western one; rather, he also enlightened his nation on the flaws of the former. He, n fact, is an advocate of Islamic civilization, which is depicted by his verse.

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر   خاص ہے ترکیب میں قومِ رُسولِ ہاشمی

Judge not your nation on the criteria of Western nations
Special in composition is the Hashimi Prophet's nation.

CC BY

Keywords: *Western civilization, Allam Iqbal, Western philosophy, Iqbal's philosophy.*

1۔ تہذیب کا مفہوم:

تہذیب کے لغوی معنی آراستگی، صفائی، اصلاح، شائستگی اور خوش اخلاقی کے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ "تہذیب" کے حروف اصلیہ (ھ، ذ، ب) ہیں۔ لویس معلوف اس کا معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ھَذَبَ (ض) ھَذْبًا الشَّجَرَ وغیرہ: شاخ تراشی کرنا، پاکیزہ کرنا، درست کرنا، ھَذَب: جلدی کرنا، تَھَذَّبَ: پاکیزہ ہونا، درست ہونا، المُھَذَّب: پاکیزہ اخلاق والا، عیوب سے پاک صاف، کَلَامٌ مُھَذّب اور شعر مُھَذَّب: عیوب سے پاک کلام یا شعر۔[1]

تہذیب کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر حمید تنولی رقمطراز ہیں:

"کسی قوم کے ایسے اجتماعی طرزِ فکر و عمل کا نام ہے جو واضح نظریاتی اساس پر قائم اور ایک نصب العین کا حامل ہو۔ اس نظریاتی اساس سے اس قوم کا نظام اقدار وجود میں آسکتا ہو جو خیر و شر کی واضح تمیز کرتا ہو۔ ان اقدار کا اس قوم کے اجتماعی ثقافتی مظاہر اور نظام زندگی میں عملی اظہار موجود ہو نیز وہ تہذیب عقبی جہت سے بھی عاری نہ ہو۔"[2]

تہذیب کا لفظ کسی قوم کی زندگی کے خدوخال، رسم و رواج، اصول و ضوابط اور طرز بود و باش کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا کہ ایک قوم کے وہ خدوخال جو اسے دوسری قوموں سے ممتاز کریں تہذیب کہلاتے ہیں۔ انگریزی زبان میں تہذیب کا ترجمہ مماثل حد تک کلچر (Culture) کے ساتھ کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں کلچر کا مفہوم بھی بہت وسیع ہے جو زندگی کے کئی شعبہ جات پر حاوی ہے۔ کلچر میں اخلاق، عادات، معاشرت، سیاست، آرٹ، قانون، لباس، خوراک، صنعت، موسیقی، ادب، فلسفہ، مذہب اور سائنس سب کچھ شامل ہے۔ کلچر کے معنی میں پنہاں وسعت کی وجہ سے تہذیب کا مفہوم بھی وسیع ہو گیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں کلچر کا مفہوم درج ذیل ہے:

"Culture [Middle English] The base for the noun and the verb is Latin colere 'tend, cultivate'. In early examples, a culture was 'a cultivated piece of land', this is from French culture or directly from Latin cultura 'growing, cultivation'. In late Middle English the meaning was 'cultivation of the soil' and this developed during the early 16th century into 'cultivation (of the mind, faculties, or manners)'. Reference to the arts and other examples of human achieved, dates from the early 19th century".[3]

کلچر کے حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا رقمطراز ہیں:

> "جب کوئی خطۂ زمین کسی پہاڑ، سمندر، دریا، جنگل یا صحرا کے باعث، دوسرے خطوں سے کٹ جائے تو اس کی زبان، رہن سہن کے آداب، تہواروں نیز زندگی بسر کرنے کی بیشتر رسوم میں انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی انفرادیت اس خطے کا کلچر ہے۔ اسی طرح جب کوئی شہر اپنی انفرادیت (خوشبو) کو وجود میں لانے میں کامیاب ہو جائے تو ہم اس کی تہذیبی حیثیت کو تمدن کا نام دیتے ہیں کہ تمدن کا تعلق مدنیت سے ہے، مثلاً شہر لاہور کی انفرادیت کو ہم "لاہوریت" کے نام دے کر، اسے لاہور کا تمدن کہہ سکتے ہیں۔ مگر جب تمدن یا ثقافت کے نقوش، اپنی جنم بھومی سے باہر آکر، چار اکناف میں پھیلنے لگیں اور ایک وسیع تر خطے کی آبادی کو اپنے تصرف میں لے آئیں تو گویا تہذیب میں ڈھل جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ثقافت، تہذیب کا وہ ابتدائی اور تخلیقی روپ ہے جو جغرافیائی حالات کے تحت جنم لیتا ہے اور تہذیب ثقافت اور تمدن کا وہ ارتقائی یا عمومی روپ ہے جو چھوٹے چھوٹے جغرافیائی خطوں کو عبور کر کے ایک وسیع علاقے کے آدابِ معاشرت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔"[4]

2۔ مغربی تہذیب

جدید مغربی تہذیب کا آغاز نشاتِ ثانیہ ۱۴۵۳ء یعنی ترکوں کی فتح قسطنطنیہ سے ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ اصلاح مذہب کی تحریک کی بھی ابتداء ہوتی ہے، اصلاح مذہب کی تحریک کے ساتھ سترہویں صدی کے وسط سے اٹھارہویں صدی کے وسط تک عقلیت کا دور کہلاتا ہے، انیسویں صدی صنعتی/سائنسی انقلاب کا دور ہے۔ بیسویں صدی میں جنگ عظیم دوم ۱۹۴۵ء کے بعد سے جدیدیت سے زیادہ مابعد جدیدیت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ موجودہ صدی ایسے محسوس ہوتا ہے آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی ہو گی۔ علامہ اقبال کے سامنے بیسویں صدی تک کے فلسفہ اور سائنس کے پیدا کردہ سوالات تھے۔ نئے افکار کی بنیاد پر بننے والی مادی تہذیب کی کئی معاشی، معاشرتی، اور قانونی صورتیں جلوہ گر ہو چکی تھیں۔ مغربی تہذیب کے بارے علامہ کا رویہ کیا تھا؟ آیا وہ اس کے ناقد تھے یا معترف؟ تو علامہ کے افکار سے دونوں پہلو واضح ہیں۔ علامہ اقبال مغربی تہذیب کے ناقد بھی تھے اور معترف بھی۔ معترف اِس حوالے سے کہ وہ مغرب کے تعلیمی نظام کے ہی فیض یافتہ تھے۔ جس نے ان کے اندر تنقیدی مزاج کو پیدا کیا۔ علامہ خود فرماتے ہیں:

؎ مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر — فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر[5]

اہل علم میں بھی دو طرح کے نقطہ نظر سامنے آتے ہیں کچھ مغربی تہذیب پر تنقید کو درست اور بعض دیگر اہل علم اِسے جذباتیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ معتدل اہل علم علامہ مرحوم کے نقطہ نظر کے قائل ہیں' جس میں علامہ فرماتے ہیں مشرق سے بیزاری بھی درست نہیں اور مغربی علوم سے بے اعتنائی بھی نہیں برتنی چاہیے۔ علامہ کے نزدیک اندھی تقلید سے کنارہ کش رہنا اور مغرب کی راست فکر سے استفادہ کرنا عصری ضرورت ہے۔ مغربی تہذیب کے حوالے سے علامہ کی تنقید کے درج ذیل میدان اہم ہیں:

مغربی سیاسی نظام پر تنقید — مغربی معاشرت پر تنقید — مغربی فکر و فلسفہ پر تنقید

مغربی سیاسی نظام پر تنقید

مغربی ممالک نے جس طرح مسلمان ممالک کو اپنی کالونیز بنایا اور پھر برصغیر بھی انگریزوں کے زیرِ تسلط آگیا، اقبال کا مغربی سیاست کے خلاف ہونا فطری امر تھا۔ اس کو ردِّ عمل کہا جائے یا عقلی استدلال سے کسی نتیجے پر پہنچنا بہر صورت مغربی جمہوریت سے اقبال کا یقین اٹھ گیا۔ علامہ کے افکار میں مغرب کے جن سیاسی تصورات کی شدید مذمت آئی ہے درج ذیل ہیں:

1۔ دین اور سیاست میں دوئی　　2۔ قومیت اور وطنیت　　3۔ جمہوریت

علامہ نے اپنے اشعار میں "دین اور سیاست" میں دوئی کے حوالے سے اپنے اشعار میں خوب ترجمانی کی ہے۔ علامہ کے نزدیک جب سیاست دین کی چھتری سے جدا ہو جاتی ہے تو پھر اُس میں جھوٹ، مکر و فریب، استحصال اور استعمار سب کچھ روا ہو جاتا ہے۔ اِس حوالے سے علامہ فرماتے ہیں:

؎ جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو　　جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی[6]

علامہ کے نزدیک مغربی تہذیب کا پروردہ سیاسی آدمی جب اپنی سو فیصد غرض نکال رہا ہوتا ہے تو احسان کا بوجھ بھی اُس مظلوم کے سر دھرتا ہے جس کی وہ جیب کاٹ رہا ہے۔ جیسے وہ فرماتے ہیں:

؎ عیار و بے مدار و کلاں کار و توبہ توست

علامہ نے مغرب کے نظریۂ قومیت اور وطنیت کی بھی اِس لیے نفی کی ہے کہ اُن کی نظریں زبان، نسل، رنگ اور جغرافیے کو قومیت کی بنیاد بنانے سے مخلوقِ خدا اقوام میں تقسیم ہو کر تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ درج بالا اصولوں کی بنیاد پر بننے والی قومیت اسلامی تہذیب کے لیے موت ہے' اس حوالے سے یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا ریڈیو لاہور سے ان کا ایک پیغام نشر ہوا۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

> "This one event shows clearly that national unity too is not a very durable force. Only one unity is dependable, and that unity is the brotherhood of man, which is above race, nationality, colour or language. So long as this so-called democracy, this accursed nationalism and this degraded imperialism are not shattered, so long as men do not demonstrate by their actions that they believe that the whole world is the family of God, so long as distinctions of race, colour and geographical nationalities are not wiped out completely, they will never be able to lead a happy and contended life and the beautiful ideals of liberty, equality and fraternity will never materialize[7] ".

اسلام کا سیاسی نظام ' اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ' انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ شورائیت، انصاف، اقامت صلوۃ وزکوۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اصولوں پر قائم ہے۔ جہاں تک مغربی جمہوریت کا تعلق ہے تو ارمغانِ حجاز میں علامہ ابلیس کی مجلس شوریٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ابلیس کے دوسرے مشیر کے ذریعے سے سوال کرواتے ہیں ' وہ پوچھتا ہے :

خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر — تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر [8]

تو اقبال مغرب کے سیاسی نظام کی حقیقت پہلے مشیر کی زبانی اِس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس — جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر [9]

علامہ مرحوم مغربی جمہوریت کی حقیقت کو اچھی طرح جان چکے تھے۔ انھیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ مغرب کا جمہوری نظام ایک دھوکہ ہے ' جس نے محکوم عوام کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ جمہوریت کے پردے میں ملوکیت و سامراجیت کا وہی پرانا نظام کارفرما ہے جس کے عناصر ترکیبی میں ہوسِ ملک گیری، جبر واستحصال اور بربریت شامل ہیں۔ چنانچہ اقبال مغربی جمہوریت کی قلعی کھولتے ہوئے بیان کرتے ہیں :

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری [10]

اقبالؒ نے اسی خیال کو فارسی میں اس طرح بیان کیا ہے :

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو — کہ از مغز دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

"طرز جمہوری سے بچ ! کسی کامل فرد کا غلام بن جا ! کہ دو سو گدھوں کے دماغ مل کر بھی ایک انسان کی عقل کے برابر نہیں ہو سکتے۔"

علامہ مغربی جمہوریت کے مقابلے میں روحانی جمہوریت کا درس دیتے ہیں۔ جس کی بنیاد اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر ہے۔

مغربی معاشرت پر تنقید

انسان کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ وہ معاشرتی حیوان ہے۔ اپنی فطرت میں جماعتی زندگی کا محتاج ہے۔ اسلامی معاشرت میں اخوت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

" اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ " فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَO" [11]

"بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

علامہ اقبال اسلامی معاشرت کے اِسی اہم ستون کو یوں بیان کرتے ہیں:

؎یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی　　　اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی[12]

اسلام میں اخوت کے بعد اہم ترین ادارہ خاندان ہے کیونکہ دنیا میں آتے ہی انسان ایک خاندان میں آنکھ کھولتا ہے' وہ پرورش کے لیے ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کے بہن بھائی، رشتہ دار اُسے ایک ماحول فراہم کرتے ہیں۔ اسلام میں خاندانی نظام معاشرتی زندگی کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔ خاندانی نظام بحیثیت ادارہ اسلام کا تقاضا ہے۔ اسلام میں خاندان نکاح سے وجود پذیر اور طلاق سے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مغربی معاشرت میں نکاح اور طلاق کا ادارہ تباہی کے دہانے پر ہے۔ حقوق نسواں کی تنظیموں نے مغربی معاشرت میں پروان چڑھنے والی بچیوں کو Feminism کی جس منہ زور تحریک کی بھینٹ چڑھا دیا ہے ان کو واپس حیا پر مبنی اقدار کی طرف لانا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ عورت کی عزت ستر اور حجاب میں ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِهِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاO''[13]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔''

علامہ مرحوم اپنے اشعار میں جہاں عورت کی تقدیس کی بات کرتے ہیں وہاں خواتین کے لیے ایسی تعلیم کو موت خیال کرتے ہیں' جس سے بے حیائی کو فروغ ملے۔ علامہ فرماتے ہیں:

؎وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ　　　اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں[14]

خواتین کے لیے علامہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بطورِ مثال بیان کرتے ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول　　　مادراں را اسوہ کامل بتول
رشتہ آئینِ حق زنجیرِ پاست　　　پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربتش گردیدے　　　سجدہ ہا بر خاک او پاشیدے

مغربی تہذیب پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت　　　ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن　　　کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن　　　ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت[15]

علامہ مغربی تعلیم کے برعکس خواتین کے لیے مذہبی تعلیم اور امورِ خانہ داری کو ترجیح دیتے ہیں۔ بقولِ اقبال:

"عورت کے دل و دماغ کو مذہبی تخیل کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے، لہٰذا قومی ہستی کی مسلسل بقا کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں۔ جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو اُن کو اسلامی، تاریخ، علم تدبیر، خانہ داری اور علم اصولِ حفظِ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشوونما پا جائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلۂ خیالات کر سکیں گی اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائضِ اولین ہیں۔"[16]

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَتَعَاوَنُوْاعَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰیص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِص"[17]

"اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم (ان کے ساتھ) زیادتی کرو اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

اسلام کے مقابلے میں مغربی تہذیب کے زیرِ اثر ممالک میں خاندانی نظام کا ادارہ زوال پذیر ہے۔ مغرب میں جس ہم جنس پرستی کو آج قانونی جواز فراہم کیا گیا ہے۔ علامہ بہت پہلے اس حوالے سے فرما چکے تھے:

؎ زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہو گا سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہو گا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے بنے گا سارا جہاں مئے خانہ ہر کوئی بادہ خوار ہو گا[18]

علامہ کی درج بالا تنقید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ جو خود مغربی تہذیب میں پروان چڑھے تھے۔ اس کی حقیقت سے واقف تھے' وہ سمجھتے تھے کہ مزعومہ تہذیب کے مرکز کو سب سے پہلے جھنجھوڑا جائے۔ للذا وہ مجبور ہوئے کہ اپنے نصب العین کے لیے مثبت تنظیم کے ساتھ ساتھ اس کے متناقض و متصادم افکار و عناصر کی بھی بھرپور تنقید کریں تاکہ جو مغربی تہذیب کی وجہ سے مرعوبیت اور خوف پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہو جائے۔ مغرب کا مجموعی تصورِ حیات جس سے اُس کی معاشرت نے جنم لیا ہے' کیا ہے؟ مغرب کا مجموعی تصورِ حیات صرف مادی ہے۔ مغربی تہذیب میں بس یہی زندگی ہے اِس کے بعد کچھ نہیں۔ کھاؤ، پیو اور خوش رہو پر عمل کیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب میں عصرِ حاضر کے انسان کی تعریف "لذت کے متلاشی حیوان" (Pleasure seeking animal) سے کی جاتی ہے۔ اِس تعریف سے درج ذیل منفی اور مثبت رجحانات پیدا ہوئے ہیں:

1۔ خود غرضی و تن پروری 2۔ بے لگام آزادی 3۔ حفظانِ صحت کے اصولوں کی پاسداری
4۔ عمومی رہن سہن میں دکھلاوے سے پاک زندگی 5۔ سادگی

خود غرضی اور تن پروری پر ضبط نہ ہونے کی وجہ سے مغربی تہذیب میں احساسِ تنہائی اور خودکشی کا رجحان بڑھا ہے۔ مغرب کے جدید ادب میں اِس احساسِ تنہائی کو بھی موضوعِ بحث بنایا جا رہا ہے۔ اِسی کے نتیجے میں شراب، جوا، ہوس کاری اور اولاد کشی کے رجحانات میں اضافہ ہوا ہے۔ جہاں تک بے لگام آزادی کا تعلق ہے تو اِس کے معنی ہیں کہ انسان اپنی پرائیویٹ زندگی میں مکمل آزاد ہے۔

وہ جو چاہے کرے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔اُس کا کوئی محاسبہ نہیں کر سکتا۔ مغرب کے تصورِآزادی کے بر عکس علامہ اسلام کا تصورِ آزادی بیان کرتے ہیں۔

؎دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت — تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تَن تیرا نہ مَن [19]

علامہ کے مغربی تہذیب کے معاشرتی پہلو پر تنقید کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مشرقی تہذیب میں سب خیر ہی خیر ہے۔علامہ مشرقی تہذیب کے نقائص کو بھی اُسی طرح زیرِ بحث لاتے ہیں جیسے مغربی تہذیب کے نقائص۔ہاں اسلامی تہذیب، مشرقی اور مغربی دونوں تہذیبوں سے الگ، پاکیزہ خیالات، اقدار اور اخلاق پر مبنی ہے۔جس کے حوالے سے علامہ فرماتے ہیں:

؎اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری [20]

مغربی فکر و فلسفہ پر تنقید

مغربی معاشرت کے مثبت رجحانات بنیادی طور پر انسانیت کی مشترکہ اساس ہیں۔ جن کے حوالے سے مذاہب اور دیگر تہذیبیں بھی متفق ہیں اور اسلام چونکہ روئے زمین پر پہلی اور آخری سچائی ہے اس لیے اسلام میں سادگی، ریاکاری سے پاک زندگی اور طہارت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مغربی فکر و فلسفہ کے کچھ روشن پہلو بھی ہیں اور کچھ تاریک۔ روشن پہلوؤں میں درج ذیل اہمیت کے حامل ہیں:

1۔ علمی شوق اور تجسّس — 2۔ ریسرچ 3۔ ایجاد و اختراع — 4۔ ذوق تسخیر کائنات

جہاں تک تاریک پہلوؤں کا تعلق ہے وہ میرے خیال میں درج ذیل ہیں:

1۔ اجزاپسندی — 2۔ معروضی ذرائع علم کا انکار

علامہ کی تنقید کا بیشتر حصہ تاریک پہلوؤں سے متعلق ہے۔شارح اقبال ڈاکٹر سید عبداللہ مغربی تہذیب کی اجزاپسندی پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''بہرحال مغربی ذہن کی اجزاپسندی کمال کرتی ہے۔ رُوح ہے تو مادہ نہیں، مادہ ہے تو رُوح نہیں۔ خارج ہے تو باطن نہیں، باطن ہے تو خارج نہیں۔ عقل ہے تو الہام نہیں، الہام ہے تو عقل نہیں۔ سائنس ہے تو فلسفہ نہیں، فلسفہ ہے تو سائنس نہیں۔ دین ہے دُنیا نہیں، دُنیا کے تحت اس نے عقل اور الہام میں جنگ کرادی۔ دین اور سیاست کو الگ کر دیا اور اسے چنگیزی و پرویزی بنادیا۔ اب تن اور جان میں تفریق ہے جس کے نتیجے میں تن پرستی اور نفس پرستی اس کا شیوہ ہے۔ غرض مغربی حکمت کی سب سے بڑی کمزوری یہی اجزاپرستی ہے جس سے مندرجہ ذیل فکری مسلک برآمد ہوئے۔

(۱) عقل پرستی (۲) فطرت پرستی (۳) جذبہ پرستی (رومانیت) (۴) حواس پرستی (۵) تن پروری (۶) حیوانی جبلت پرستی (۷) مریضانہ داخلیت (۸) فرد پسندی (۹) خالص اجتماع پرستی (۱۰) معاشیت واحد قدرِ زندگی (۱۱) جنس واحد قدرِ زندگی (۱۲) اقتدار واحد قدرِ زندگی (۱۳) تعیش واحد قدرِ زندگی۔"[21]

مغربی تہذیب میں معروضی ذرائع علم (وحی ،الہام، کشف اور وجدان وغیرہ) کا انکار کیا جاتا ہے جبکہ موضوعی ذرائع علم (حسیّات، عقل اور تجربہ) کو حقیقی علم کا ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔علامہ کے نزدیک محض موضوعی ذرائع علم پر انحصار اور موضوعی ذرائع علم کا انکار درست فکر نہیں۔علامہ کے نزدیک متداول معروضی ذرائع علم حقیقت تک رسائی کا واحد اور آخری ذریعہ نہیں۔بلکہ حقیقتِ کلی ہمارے شعور میں داخل ہونے کے لیے اِن ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع کو بھی اختیار کر سکتی ہے اور دیگر تعبیرات کی بھی حامل ہے اِس کی ایک سبیل مذہبی تجربہ بھی ہے۔علامہ فرماتے ہیں:

"-The total-Reality, which enters our awareness and appears on interpretation as an empirical fact, has other ways of invading our consciousness and offers further opportunities of interpretation. The revealed and mystic literature of mankind bears ample testimony to the fact that religious experience has been too enduring and dominant in the history of mankind to be rejected as mere illusion. There seems to be no reason, then, to accept the normal level of human experience as fact and reject its other levels as mystical and emotional. The facts of religious experience are facts among other facts of human experience and, in the capacity of yielding knowledge by interpretation, one fact is as good as another. Nor is there anything irreverent in critically examining this region of human experience[22] ".

"حقیقت کلی جو ہمارے وقوف میں آتی ہے اور ہماری تعبیر کے نتیجے میں ایک محسوس واقعیت کا روپ دھار لیتی ہے ہمارے دعور میں داخل ہونے کے اور بھی ذرائع اختیار کر سکتی ہے اور دیگر تعبیرات کے بھی امکانات رکھتی ہے۔نوع انسانی کا الہامی اور متصوفانہ ادب اس حقیقت کی ایک معقول کسوٹی ہے کہ تاریخ انسانی میں مذہبی مشاہدے کا اثر غالب رہا ہے۔ اس لیے اسے محض ایک وہم کہہ کر ردّ نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا اس بات کا کوئی جواز نظر نہیں آتا کہ عام انسانی تجربے کو تو حقیقت مان لیا جائے مگر مشاہدے کے دوسرے مراتب کو صوفیانہ اور جذباتی کہہ کر مسترد کر دیا جائے۔ مذہبی مشاہدات کے حقائق بھی دوسرے انسانی تجربات کے حقائق کی طرح ہی معتبر حقائق ہیں۔جہاں تک تعبیر کے نتیجے میں علم مہیا کرنے کا تعلق ہے تمام حقائق یکساں طور پر محکم ہیں۔نہ ہی انسانی تجربے کے اس شعبے کو تنقیدی نظر سے دیکھنا کوئی بے ادبی کا رویہ ہے۔"

علامہ اقبال کے کلام اور خطبات میں جن فلاسفرز کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے ان میں گوئٹے، نطشے، کانٹ اور برگساں نمایاں ہیں۔ علامہ گوئٹے کو ایک درجہ پسند کرتے ہیں کیونکہ اُس نے مغربی تہذیب کے حسیت زدہ اور لذتیت زدہ معاشرے کو اخلاقی اور روحانی اقدار سے متعارف کروانے کی کوشش کی ہے گوئٹے کے "دیوان مغرب" سے واضح ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب کمزور روحانیت سے بیزار ہے اور اُسے محسوس ہوتا ہے کہ مشرق کے سینے میں حرارت باقی ہے۔ علامہ نے اپنی کتاب "پیامِ مشرق" گوئٹے کے "دیوانِ مغرب" کے جواب میں لکھی۔ "پیامِ مشرق" کے پیش کش کے اشعار سے اقبال کا موقف واضح ہے۔

پیر مغرب شاعر المانوی آں قتیل شیوہ ہائے پہلوی

در جوابش گفتہ ام پیغام شرق ماہ تابے ریختم بر شام شرق[23]

نطشے مغربی فلاسفرز میں سے ایک بڑا نام ہے، نطشے کے نظریہ فوق البشر (Superman) کو کافی شہرت ملی، نطشے کے متعلق پیامِ مشرق میں علامہ اظہار کرتے ہیں:

"قلب او مومن دماغش کافر است"

محققین کے ہاں یہ بحث جاری رہی کہ کیا علامہ کا نظریہ "انسانِ کامل" نطشے کے نظریہ "فوق البشر" سے تو مستعار نہیں؟ بات یہاں تک تو درست ہے کہ اقبال نے نطشے کا بغور مطالعہ بھی کیا اور نقد بھی۔ لیکن جہاں تک اِس نظریے کا تعلق ہے تو یہ پہلے سے ہی مُسلم علمی روایت میں موجود رہا ہے۔ مسلمانوں کی علمی روایت میں "انسانِ کامل" وحشیانہ قوتوں کا حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی قوتوں کا حامل ہوتا ہے۔ اِس حوالے سے پروفیسر منور رؤف رقمطراز ہیں:

"نطشے نہ صرف خود مجذوب فرنگی تھا بلکہ اس کا فوق البشر بھی نہایت وحشیانہ قوتوں کا حامل اور انسانی صفات سے عاری فوق البشر تھا۔ اس کے برعکس اقبال کا انسانِ کامل یا مردِ مومن تمام اعلیٰ اقدار سے ممیز بہترین مثالی انسان ہے۔"[24]

نطشے کے علاوہ گوئٹے نے بھی اپنی کتاب "فاوسٹ" میں سپرمین کے بارے میں اپنے نظریات بیان کیے ہیں۔ مغربی فکر و فلسفہ میں یہ تمام ہیروز قوت، دولت اور جادو وغیرہ کے ذریعے تسخیرِ کائنات کرنا چاہتے ہیں یا جدید سائنسی انکشافات کو کام میں لا کر۔ ان سب تصورات میں مادہ پرستانہ ذہنیت کارفرما ہے۔ سپرمین کے اس سارے فلسفے اور تصور میں روحانیت اور اخلاقی صفات کو وہ تقدس حاصل نہیں جو جو علامہ کے تصور میں انسانِ کامل کو حاصل ہے۔ جہاں تک عمانویل کانٹ (۱۷۲۴۔۱۸۰۴ء) کا تعلق ہے تو فلسفے میں اُس کی دو کتابیں بہت اہم ہیں۔

.1The Critique of Pure Reason

اور

.2The Critique of Practical Reaso

پہلی کتاب میں کانٹ نے عقل کی حدود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کانٹ کہتا ہے عقل کا تعلق ہماری ظاہری اور حسی زندگی سے ہے۔ طبیعیاتی حقیقتیں عقل و خرد کی کسوٹی پر پرکھی جاسکتی ہیں لیکن جہاں تک مابعدالطبیعیاتی موضوعات کا تعلق ہے یہ عقل کی رسائی اور حدود سے باہر ہیں۔ مابعدالطبیعیاتی صداقتوں کو عقل و خرد کی مدد سے نہ پرکھا جاسکتا ہے اور نہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ کانٹ اپنی کتاب "تنقیدِ عقلِ محض" میں لکھتے ہیں کہ عقل کی مدد سے خدا، مذہبی عقائد اور آخرت کو ثابت کرنے کے لیے جتنے دلائل دیئے جائیں گے، اُتنے ہی مضبوط اور وزنی دلائل ان کی نفی میں دیئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ عقلِ محض مابعدالطبیعیاتی موضوعات کے لیے فیصلہ کن حیثیت کی حامل نہیں ہوسکتی۔ کانٹ کی دوسری کتاب "تنقیدِ عقلِ کلی" ہے۔ اس کتاب میں کانٹ نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگرچہ عقلِ محض عقیدہ وایمان سے متعلقہ صداقتوں کے باور کرانے کے لیے کافی نہیں تاہم ہر انسان کے اندر ایک ایسا شعور ضرور ہوتا ہے جو اُسے اچھائی یا برائی کی پہچان کراتا رہتا ہے اور ابدی صداقتوں کی جانب بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اس شعور کو انسانی ضمیر بھی کہا جاسکتا ہے۔ علامہ کانٹ کے اِس نقطۂ نظر سے تو متفق ہیں کہ عقل و خرد کی تمام تر بنیاد مادے پر ہے۔ عقل ایسی قوت ہے جو ظاہری زندگی میں تو رہنما ہوسکتی ہے مگر روحانی تسکین اور یقین کی دولت سے محروم ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

خرد سے راہرو روشن بصر ہے — خرد کیا ہے؟ چراغِ راہگزر ہے

درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا — چراغِ راہگزر کو کیا خبر ہے [25]

اقبال اپنے پہلے انگریزی خطبہ میں رقم طراز ہیں:

> "His (Kant's) 'Critique of Pure Reason' revealed the limitations of human reason and reduced the whole work of the rationalists to a heap of ruins. And justly has he been described as God's greatest gift to his country[26] ".

اقبال اور کانٹ میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اقبال یقین کی دولت سے سرفراز ہے۔ اقبال کے فلسفے کا آغاز خودی سے ہوتا ہوا بے خودی تک پہنچتا ہے جس کے ارتقاء کی جدوجہد کا آغاز ایمان اور روحانیت پر پختہ یقین واعتماد کا مظہر ہے۔ اسی ارتقاء اور جدوجہد کی آخری منزل پر فرد کو وہ گوہر مقصود حاصل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں فرد نیابتِ الٰہی کے افضل ترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کانٹ اپنے فلسفے کی بنیاد یقین وایمان کی بجائے "اخلاقی قانون" پر رکھتا ہے۔ سید عبدالواحد اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> "As regards scientific experiment, Iqbal starts with intuition and mystic experience as the only way to inner knowledge. Whereas, Kant postulates the moral law as a sort of external command, for Iqbal the moral law arises out of the inner necessity of the ego's life. Thus while both Kant and Iqbal believe in faith and moral law, they recognize the necessity of these fundamental factors in different ways and for different reasons[27] ".

اقبال اور کانٹ کے درمیان ایک اور اختلاف ان کے ''تصورِ بقائے دوام'' میں ہے۔ کانٹ بقائے دوام کے تصور کو اپنے فلسفے میں اس لیے شامل کرتا ہے کہ تاکہ یہ ظاہر ہوسکے کہ کائنات میں عدل کارفرما ہے، اور یہ کہ افعال اور اُن کے ثمرات میں مطابقتِ کلی موجود ہے۔ پیامِ مشرق میں علامہ کی ایک نظم ''نقشِ فرنگ'' کے عنوان سے ہے۔ جس کے چند اشعار گویا درج بالا بحث کا خلاصہ ہیں:

؎ حکمت و فلسفہ کارے است کہ پایانش نیست — سیلِ عشق و محبت بہ دبستانش نیست
بیشتر راہِ دل مردم بیدار زند — فتنۂ نیست کہ در چشم سخن دانش نیست
دل زِ نارِ خنکِ او بہ تپیدن نرسد — لذتے در خلشِ غمزۂ پنہانش نیست
دشت و کہسار نوردید و غزالے نگرفت — طوفِ گلشن زد و یک گل بہ گریبانش نیست
چارہ این است کہ از عشق کشادے طلبیم — پیش او سجدہ گزاریم و مرادے طلبیم [28]

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ

''علامہ کے ہاں اسلامی تہذیب کی اساس روحانی اقدار پر مشتمل ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر تہذیبیں ابدی اور روحانی اقدار سے خالی ہیں۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد ''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پر قائم ہے' جب اسلامی تہذیب کے اس اصول کا موازنہ مغربی تہذیب سے کیا جاتا ہے تو اسلامی تہذیب کی اساس غیر مرئی (invisible) ہے جو نہ ہاتھ سے چھوئی جاسکتی ہے اور نہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے' بلکہ وہ دل کی چیز ہے۔ اسلام کے سوا دیگر تہذیبوں کی اساس رنگ، زبان، نسل، جغرافیے یا کسی اور مادی اصول پر مبنی ہے۔ اسلام میں ایک مسلمان ایرانی ہے، ایک ہندوستانی ہے، ایک افغانی ہے' جیسے علامہ نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے:

؎ بتانِ رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

جب ایک مسلمان کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے تو ان کا سارا اختلاف و امتیاز اس کلمہ کی آگ میں جل کر سیاہ ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ'' کہنے سے ہی کوئی شخص مسلمان نہیں ہو جاتا جب تک وہ اسلام کو اپنے اندر مِنْ و عَنْجذب نہ کرے۔ کیونکہ محض عقیدے کے مسلمان معزز ثابت نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کی عملی زندگی بھی اسلامی تمدن کے مطابق نہ ہو۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَO اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍO [29]

''بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔ پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا (دائمی) اجر ہے۔''

اسلامی تہذیب میں وحدت کی بنیاد دین ہے۔ جبکہ مغربی تہذیب میں وحدت کی بنیاد جغرافیہ، زبان، رنگ یا آرٹ ہے۔ وحدت کا وجود اُسی وقت تک برقرار رہ سکتا ہے جب تک وحدت کی بنیاد بننے والا نظریہ موجود رہتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں وحدت کا نظریہ غیر فانی (immortal) ہے جبکہ مغربی تہذیب میں وحدت کا نظریہ فانی (mortal) ہے۔

علامہ کے نزدیک اسلامی تہذیب میں سیاست کی بنیاد روحانی ہے جبکہ مغربی تہذیب میں سیاست کی بنیاد مادی ہے۔اسی پہلو کے باعث علامہ نے مسلم معاشرے کے لیے روحانی جمہوریت کا تصور بھی دیا تھا۔سیاسیات کی روحانی اساس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سیاسیات کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہوتی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ذاتی رائے کا معاملہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک سوسائٹی ہے یا پھر سوک چرچ (Civic Church) سیاسیات میں میری دلچسپی بھی دراصل اسی وجہ سے ہے۔"[30]

اسلامی تہذیب میں مستقبل کا تعین اسلام کے عہد رفتہ کے روشن اور زریں اصولوں کے تحت کیا جائے گا جبکہ مغربی تہذیب مستقبل کی ترقی کے لیے ماضی سے رشتہ ضروری نہیں۔اس حوالے سے علامہ کے اشعار گواہ ہیں' علامہ فرماتے ہیں:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　　گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اسلامی تہذیب حرکت پذیر ہے' جمود کی قائل نہیں اس کے مقابلے میں مغربی تہذیب بھی حرکت پذیر ہے' لیکن اس کی حرکت کے پیچھے اسلامی اصولوں کی طرح ابدی اصول نہیں۔اس حوالے سے علامہ فرماتے ہیں:

"زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے انسانوں کی طبائع، ان کے افکار کے نکتۂ نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں اور ان سے استفادے کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مد نظر رکھیں۔ منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں ایک میلادالنبیؐ کا مبارک دن بھی ہے۔" (۱۸)

اسلامی تہذیب نفسانی خواہشات کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتی ہے جبکہ مغربی تہذیب میں اختلاطِ مرد وزن، جنسی ملاپ کی آزادی اور ہم جنس پرستی کو قانونی جواز فراہم کیا گیا ہے۔ مغربی تہذیب کی اِس جہت کی نفی کس طرح آخری الہامی کتاب میں کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ O[31]

"اے اولادِ آدم! (کہیں) تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان سے ان کا لباس اتروا دیا تاکہ انہیں شرمگاہیں دکھادے۔ بیشک وہ (خود) اور اس کا قبیلہ تمہیں (ایسی ہی جگہوں سے) دیکھتا (رہتا) ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایسے لوگوں کا دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے"

اسلامی تہذیب میں آزادی کی قدر کو چند ضروری حدود و قیود کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ مغربی تہذیب میں بے لگام آزادی کا تصور یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے کارٹون اور تصاویر شائع کرنا بھی آزادی اظہارِ رائے کے زمرے میں آتا ہے۔

خلاصہ بحث

اوپر کی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ نے صرف مغربی فکر و فلسفہ، معاشرت، سیاسی نظام اور نظام اخلاق پر تنقید ہی نہیں کی بلکہ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات پر مبنی اپنا مثبت نظام فکر بھی پیش کیا ہے۔ مغرب کے اہم افکار جزویت' اضافیت' تشکیک و نفی پر علامہ کی تنقید قرآن حکیم کی سورۃ "والعصر" کی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِOاِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍOاِلَّاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لا وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِO [32]

"زندگی کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) بیشک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

وحی الٰہی کے الہامی نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ نے مغرب کو ایمان' اعمال صالحہ' صبر اور وقار انسانی کی حقیقی بحالی کی دعوت دی ہے نیز مغرب کے غلط فلسفوں پر کاری ضرب لگائی ہے۔ علامہ مرحوم کے مثبت فکری کارناموں میں خاص اہمیت اس امر کو حاصل ہے کہ انھوں نے عالمگیر انسانی نصب العین کی طرف مغربی فلاسفرز کو بلایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ رسول کریم ﷺ ہے۔ "کُلُّکُمْ بَنُوْاٰدَمَ واٰدم من تراب" ( ) علامہ نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں مغرب اور مشرق دونوں کو وحدت انسانی کی دعوت دی۔ اقبال نے موضوعی ذرائع علم (حواس و عقل کو) مانتے ہوئے بھی معروضی ذرائع علم (وحی، الہام اور کشف کو) مأخذ علم قرار دیا۔ وحی کو قطعی اور یقینی علم کے طور پر جبکہ کشف و الہام کو ظنی علم کی بنیاد تسلیم کیا ہے۔ اِس کے مقابلے میں مغربی تہذیب کے نمائندہ فلاسفرز معروضی ذرائع علم (objective source of knowledge) کا انکار کر چکے ہیں۔ علامہ نے انسانی زندگی کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لیے دینِ اسلام کے منہج کو ہی صراطِ مستقیم قرار دیا ہے جس کی طرف رجوع' صحیح فیصلوں کے لیے آخری سند ہے اور یہ مغربی تہذیب کے منہاج کی ضد ہے۔

References

[1] لویس معلوف، المنجد (ترجمہ، عبدالحفیظ بلیاوی) خزینہ علم ادب، ص ۱۰۱۶، ۱۰۱۵

[2] تنولی، طاہر حمید، ڈاکٹر معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۶۵

[3]Gynnis, Chantrell (ed.), (2002), The Oxford Dictionary of Word Histories, Great Clarendon Street, OX2, 16DP, Oxford: OUP. P.130

[4]وزیر آغا، ڈاکٹر، کلچر کے خدوخال، مجلس ترقی ادب ۲۰۰۹ء، لاہور، ص ۱۲۴

[5]کلیاتِ اقبال اردو، (ضربِ کلیم)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۶۲۱

[6]کلیاتِ اقبال اردو، (بالِ جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۳۷۴

[7]Speeches, Writings and Statements of Iqbal: ص ۲۹۹-۳۰۰

[8]محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال اردو، (ارمغانِ حجاز)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۷۰۳

[9]ایضاً: ص ۷۰۴

[10]محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال اردو (بانگ درا)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۲۹۰

[11]الحجرات: ۱۰

[12]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو (بانگ درا)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۳۰۰

[13]الاحزاب: ۵۹

[14]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو (ضرب کلیم)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص

[15]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو (ضرب کلیم)، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۶۰۸

[16]محمد اقبال، ڈاکٹر، مقالاتِ اقبال، (مرتبہ سید عبدالواحد)، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۹

[17]المائدہ: ۲

[18]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو (بانگ درا)، اقبال اکیڈمی پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۱۶۶

[19]کلیاتِ اقبال، اردو (بال جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۱۸ء، ص ۳۶۹

[20]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، اردو (بانگِ درا)، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۱۸ء، ص ۲۷۷

[21]سید عبداللہ، ڈاکٹر، اقبال: مسائل ومباحث (مرتب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی) اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۷ء، ص ۶۳-۶۴

[22]Muhammad Iqbal, Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Iqbal Academi Pakistan, 2019, P:13

[23]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، فارسی (پیامِ مشرق)، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۱۸ء، ص ۲۳۴

[24]منور رؤف، پروفیسر، ''دیدہ ور''، ادارہ تحقیق وتصنیف پاکستان، پشاور: س ن، ص ۳۷

[25]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، اردو (بالِ جبریل)، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۱۸ء، ص ۳۷۷

[26]Muhammad Iqbal, Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Iqbal Academi Pakistan, 2019, P:5

[27]Syed Abdul Vahid, "Iqbal His Arts And Thought", John Murray, London, 1959, P:84

[28]محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، فارسی، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۱۸ء،

[29]التین:۴۔۶

[30]التین:۴۔۶

[31]الاعراف:۲۷

[32]العصر:۱۔۳